فغانِ دَرُوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری ، نفس میرا شعلہ بار ہو گا!!

مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ

کوئی بتیس تینتیس سال پہلے کی بات ہے۔ جون جولائی کی ایک گرم دوپہر تھی۔ سورج بڑے جوش وخروش سے آگ برسا رہا تھا۔ دھوپ کی تپش سے بدن جھلسے جا رہے تھے۔ مگر بچپن یا لڑکپن کا دور ہی ایسا ہوتا ہے کہ نہ جیٹھ ہاڑ کی گرمی تنگ کرتی ہے، نہ پوہ ماگھ کی سردی کی پرواہ ہوتی ہے۔ میں اور برادرم محمد محب النبی رضوی بھی اپنے گھر کے قریب جامع مسجد انوار مدینہ چک نمبر 110۔10 آر، جہانیاں منڈی کے صدر دروازے کے سامنے گرم لو میں کھڑے ہوئے تھے۔ چند دن پہلے اسی مسجد میں دو علماء کرام کے خطابات ہوئے تھے۔ ہم نے رات گئے تک ان علماء کرام کے بیانات سنے تھے۔ ان کا انداز اتنا دلنشیں اور موثر تھا کہ باتیں روح کی گہرائی میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ ہم نے سنا تھا کہ وہی دونوں علمائے کرام آج پھر ہمارے گاؤں میں غلام رسول نامی ایک شخص کے مکان پر منعقدہ محفل میلاد میں خطاب کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ ہمیں زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ گاؤں کی شمالی جانب سے ہماری محبوب شخصیات تشریف لا رہی تھیں۔ اس وقت صادق آباد جانے والا ہائی وے روڈ نیا نیا بنا تھا۔ جہانیاں منڈی سٹاپ سے کافی پہلے 9 چک اور 10 چک کے سنگم پر ہائی وے روڈ سے ہمارے گاؤں کی طرف ایک کچی سڑک نکلتی تھی جو دونوں گاؤں کے درمیان "سرحدی پٹی" کا کام بھی دیتی تھی۔ اب تو وہ پختہ سڑک میں تبدیل ہو چکی ہے۔ یہ دونوں علمائے کرام بھی خانیوال سے آتے ہوئے اسی موڑ پر اتر گئے تھے۔ اب دو اڑھائی میل کا پیدل سفر کر کے ہمارے گاؤں کی مسجد کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ ہماری مسرت وشادمانی کا عالم دیدنی تھا۔ دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ ہمیں آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ سخت گرمی کے باوجود ان کے چہروں پر تھکن کے آثار محسوس نہیں ہو رہے تھے بلکہ مسکراہٹیں بکھرتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ کوئی پیشہ ور مقرر ہوتے تو یوں مشقت برداشت کر کے سخت گرمی میں پیدل سفر کر کے نہ آتے۔ اگر آتے ہوئے انہیں کوئی اتفاقیہ پریشانی لاحق ہو جاتی تو طعن وتشنیع کے تیروں سے میزبان کا دل چھلنی کر دیتے۔ آتے ہی فرمائشوں کی بھرمار کر دیتے۔ ہمیں زندگی میں بارہا ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا اور عجیب وغریب مناظر دیکھنے کو ملے مگر یہ آنے والے تو خلوص وللہیت کا پیکر نظر آ رہے تھے۔

ہم نے عرض کیا: حضور! ہم ابھی والد صاحب کو بلا کر لاتے ہیں، کمرے میں آپ کے آرام کا انتظام کرتے ہیں۔" مگر انہوں نے ہمیں سختی سے منع کر دیا۔ فرمانے لگے: "ہم وقت سے کافی پہلے آ گئے ہیں۔ انہیں تکلیف نہ دیں، وہ آرام کر رہے ہوں گے۔ ہم مسجد میں ہی

ٹھہر جاتے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر سب انتظام بھی کیا گیا۔ پروگرام بھی ہوا۔ ان کا بیان بھی سنا۔ بچپن میں ہم نے بہت سے مقررین وخطباء کو دیکھا۔ علماء کرام کی زیارت کی۔ مگر ان دو شخصیات کے حسن اخلاق نے ہمارے دل و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ نقوش پھیکے نہیں پڑے بلکہ اور گہرے ہوتے چلے گئے۔

یہ دونوں علماء کون تھے؟ یہ ہمارے ممدوح محبوب ومحترم استاذ اور روحانی باپ تھے۔ علمی دنیا میں ہماری انگلی پکڑ کر چلنا سکھلانے والے، حقیقی بیٹوں کی طرح شفقتوں اور محبتوں کے سائے میں تربیت کرنے والے، جن کے بے پناہ احسانات سے ہماری گردنیں ہمیشہ جھکی رہیں گی۔ یہ تھے استاذ الاساتذہ فخر العلماء والصلحاء، مجسمۂ زہد واتقاء مفتیٔ اعظم خانیوال حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محمد اشفاق احمد صاحب رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مناظر اسلام استاذ المدرسین خطیب پاکستان حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ مفتی عبدالحمید صاحب چشتی دامت برکاتہ العالیہ۔

15 محرم الحرام بروز جمعرات میں جامعہ محدث اعظم چنیوٹ میں بیٹھا ہوا تھا کہ بھائی محمد محب النبی رضوی کا فون آیا۔ "استاذ محترم علامہ مفتی محمد اشفاق احمد صاحب رضوی انتقال فرما گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد صاحبزادہ محمد حامد رضا رضوی کا فون آیا۔ انہوں نے روتے ہوئے یہ خبرِ غم سنائی کہ اباجی قبلہ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ محمد حسن علی رضوی کا میلسی سے، علامہ مفتی محمد اصغر علی رضوی کا دنیا پور سے فون آیا پھر مسلسل مجھے فون آتے رہے اور کسی کو میں فون پر اطلاع دیتا رہا۔ یہ خبر بجلی بن کر دلوں پر گری، مسکراہٹیں لبوں سے روٹھ گئیں۔ دل ماننے پر تیار نہیں تھا۔ اب بھی ماننے سے انکاری ہے۔ مگر ہونے والی ہو کر رہتی ہے اور یقین کیے بنا چارہ نہیں ہوتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ زخم مندمل ہوتے جائیں گے، یہی دستورِ دنیا ہے۔ جانے والے چلے جاتے ہیں۔ یادیں باقی رہ جاتی ہیں۔ نظامِ کائنات کسی کے جدا ہو جانے سے رک نہیں جاتا، وہ چلتا رہے گا مگر استاذ محترم مفتی اعظم خانیوال کا بدل ہمیں نہیں ملے گا۔ وہ دلنشیں آواز سننے کیلئے منبر ومحراب ترستے رہیں گے۔ جنہوں نے قلم پکڑایا تھا۔ آج انہی کی یادوں کو اس قلم کے ذریعے قرطاس پر منتقل کرتے ہوئے دل سے آہیں نکل رہی ہیں۔

استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعلق ارائیں خاندان سے ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد جھنگ شہر میں قیام پذیر تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے آپ کے ماموں جان حاجی غلام حسین رحمہ اللہ تعالیٰ وہاں سے نقل مکانی کر کے مخدوم پور پہوڑاں روڈ پر واقع خانیوال کے مضافاتی گاؤں چک 12/AH میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کے والد گرامی قدر حاجی ولی الرحمٰن چشتی بن خدایار بھی اسی گاؤں میں منتقل ہو گئے۔ ماموں جان گاؤں کی مسجد، جامع مسجد رحمانیہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ یہ "اندر والی مسجد" کے نام سے معروف تھی۔ گاؤں کی دوسری مسجد "باہر والی مسجد" کے نام سے معروف تھی۔ وہاں والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ امامت کی خدمات سرانجام دینے لگے۔ والد گرامی بہترین درزی تھے۔ امامت کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ بلکہ فی سبیل اللہ امامت اور بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ چونکہ شرعی مسئلہ ہے کہ گاؤں میں نماز جمعہ نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر والد صاحب گاؤں کی مسجد میں نماز جمعہ ادا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خانیوال مرکزی جامع مسجد میں مولانا عبدالقادر سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرتے۔ صرف دو بار کسی مجبوری کے پیش نظر گاؤں کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اور پرائمری تک اسکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی اور ساتویں کلاس تک گورنمنٹ ماڈل اسکول خانیوال میں تعلیم حاصل کی۔ گھر کے دینی ماحول کا اثر تھا اور بلند پایہ علمی مقام

آپ کا مقدر بننے والا تھا کہ آپ نے مدرسہ شوکت الاسلام پیپل والی مسجد خانیوال سے درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا۔

آپ کو وقت کے جید اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کرنے کا موقع ملا۔آپ کے اساتذہ کرام میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱)..... استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی، فیصل آباد۔

(۲)..... استاذ الاساتذہ علامہ مولانا محمد حسین شوق، میلسی۔

(۳)..... استاذ الاساتذہ علامہ مولانا منظور احمد چشتی، نواں جنڈانوالہ۔

(۴)..... حضرت علامہ مولانا احمد یار صاحب، اوکاڑہ

(۵)..... حضرت علامہ مولانا قاضی نور احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ،

آپ نے اسلاف کرام کے طریقہ کے مطابق حصول علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔اہل سنت و جماعت کے معروف دینی اداروں سے تعلیم حاصل کی۔چند ایک کے نام ملاحظہ فرمائیں:

(۱)..... مدرسہ غوثیہ جامع العلوم، خانیوال۔

(۲)..... مدرسہ شوکت الاسلام پیپل والی مسجد، خانیوال

(۳)..... مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا

(۴)..... دار العلوم محمودیہ میلسی

(۵)..... جامعہ غوثیہ رضویہ، سکھر۔

(٦)..... مدرسہ شمس المدارس، نواں جنڈانوالی

(۷)..... جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد۔

مختلف اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کے بعد آپ نے حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز کے تلمیذ رشید جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا منظور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔

استاذ محترم علامہ منظور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ پر خصوصی شفقت فرماتے۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کل قیامت کے دن، مجھ سے سوال ہوا کہ تم نے دنیا میں کیا عمل کیا تو میں اپنے شاگرد محمد اشفاق احمد کو پیش کردوں گا۔اللہ تعالیٰ کسی کسی کو یہ مقام رفیع عطا فرماتا ہے کہ اس کے اساتذہ و مشائخ بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔دوران تعلیم آپ استاذ محترم سے کتاب کا کچھ حصہ پڑھتے اور باقی کتاب بمعہ عربی حاشیہ خود مطالعہ کر کے حل کرتے اور حاشیہ سمیت پورا سبق استاذ محترم کو سناتے اور داد حاصل کرتے۔آپ کی اسی محنت شاقہ کا نتیجہ تھا کہ آپ کو اکثر درسی کتب ازبر تھیں۔ یہ ہمارا مشاہدہ تھا کہ آپ سے عرض کئے بغیر کوئی بھی کتاب آپ کے سامنے لے جاتے۔آپ کتاب کی عبارت پر ایک نظر ڈالتے اور عام فہم انداز میں یوں تقریر فرماتے کہ پورا مفہوم عبارت ذہن میں نقش ہو جاتا۔درس

نظامی کے مروجہ نصاب سے فراغت کے بعد 1966ء میں آپ محدث دوراں، تلمیذ محدث اعظم پاکستان شارح بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ صحاح ستہ کا درس لیا اور سند فراغت و دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود بتایا کہ دورۂ حدیث کی تعلیم کے دوران ہی تدریس کے لئے "چشتیاں شریف" میں میرا تعین ہوگیا۔ علامہ غلام مہر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں جامعہ نور المدارس، چشتیاں میں آپ نے آغاز تدریس فرمایا۔ ابتداء میں ملاحسن وغیرہ منتہی کتب آپ کے سپرد کی گئیں۔

اساتذہ کرام و مشائخ عظام کے فیضانِ علمی و روحانی اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ تدریس کے مشکل مراحل آپ کے لئے آسان ہوتے گئے۔

خانوال میں دورانِ تعلیم صوفی عبدالحق رضوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے آپ نائب اعلیٰ حضرت مظہر صدر الشریعہ بیہقی دوراں، قطب زماں حضرت سیدنا محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد قادری رضوی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سے منسلک ہوئے۔

آپ ساری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ آپ کو اپنے شیخ کریم سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ برملا اس بات کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ صوفی عبدالحق رضوی صاحب کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مجھے وقت کے عظیم ولیٔ کامل اور عاشق رسول محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کی غلامی میں داخل کروادیا۔

حضور محدث اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز کی نسبتِ ارادت، اساتذہ کرام کے فیضانِ صحبت اور نیک والدین کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کی طبیعت مبارکہ عبادت و ریاضت اور مجاہدات کی طرف مائل تھی۔ راہِ سلوک میں کسی مردِ کامل کی راہنمائی ضروری ہوا کرتی ہے۔ آپ کی خوش نصیبی کہ چشتیاں میں دوران تدریس آپ کا تعلق وہاں کی عظیم روحانی شخصیت خواجہ حافظ محمد شفیع شہید کے رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوا۔ آپ ان کے پاس عقیدت و ارادت سے حاضر ہوتے اور ان کی تربیت میں منازل سلوک طے کرتے۔ جس طرح آپ ان سے اظہار عقیدت کرتے، وہ بزرگ بھی آپ پر انتہائی شفقت فرماتے اور آپ کو روحانی توجہات سے نوازتے۔ ان سے روحانی تعلقات کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حافظ محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے پروفیسر حافظ شفیق الرحمٰن بن پیر قدرت اللہ صاحب حضور مفتی اعظم خانوال کے پاس تعلیم کیلئے حاضر ہوئے اور قریباً 4 سال تک آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کی۔ پروفیسر حافظ شفیق الرحمٰن صاحب گورنمنٹ کالج آف کامرس چشتیاں میں شعبہ تدریس سے منسلک ہیں۔ ان کے اخلاق میں اپنے بزرگوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ علامہ مفتی اصغر علی رضوی کی وساطت سے اس مضمون کے سلسلہ میں پہلی بار ان سے رابطہ ہوا۔ دیر تک فون پر گفتگو فرماتے رہے۔ وہ حضور مفتی اعظم خانوال اور آپ کے پیر و مرشد حضرت محدث اعظم پاکستان رحمہما اللہ تعالیٰ سے انتہائی متاثر نظر آرہے تھے۔ انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے اپنے خاندانی حالات کی طرف راہنمائی فرمائی۔ خواجہ حافظ محمد شفیع شہید کے رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کئے بغیر حضور مفتی اعظم خانوال کی سوانح کا باب نامکمل رہتا ہے۔ اختصار کے ساتھ آپ کے کچھ احوال نذر قارئین ہیں:

آپ کا نسب نامہ یوں ہے: حافظ محمد شفیع بن خواجہ محمد صدیق بن خواجہ غلام رسول بن خواجہ عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ۔ آپ کے جد اعلیٰ خواجہ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ انڈیا میں بیکانیر اور راجستان کے آس پاس رانیاں نامی قصبہ میں قیام پذیر تھے۔ آپ کا تعلق راجپوت بھٹی خاندان سے ہے۔ قصور میں آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ بارہویں صدی ہجری میں انتیس سال کی عمر میں چشتیاں شریف کے قریب مہار شریف میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہیں سے آپ کو "شہید کے" لقب ملا۔ جس کا پس منظر یوں ہے کہ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ محفل سماع میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ پر سماع سے حالتِ جذب طاری ہو جاتی اور ضبط مشکل ہو جاتا۔ ایک دن حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکماً محفل سماع میں شامل کر لیا۔ آپ پر حالتِ جذب طاری ہوئی۔ آپ بے ہوش ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے روں روں سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج اگر میں نہ ہوتا تو یہ شہید ہو جاتے۔ اس لئے "شہید کے" کا لفظ آپ کے خاندان کے افراد کے ناموں کے ساتھ لازمہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفل سماع میں حاضر نہ ہونے کی اجازت عنایت فرمائی۔ اسی بنا پر آپ کے خاندان میں محفل سماع نہیں ہوتی جب کہ باقی چشتی آستانوں پر محافل سماع ہوتی ہیں۔ خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواجہ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیفہ اول حضرت شیخ محمد فاضل نیکوکارہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت کروایا۔ حضرت خواجہ حافظ محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روحانی خاندان میں آنکھ کھولی۔ اپنے آباؤ اجداد کی علمی و روحانی وراثت سے بہرہ ور ہوئے۔ انڈیا میں ہی اپنے والد گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق رحمہ اللہ تعالیٰ سے علوم وفنون کی تحصیل کی۔ پانی پت کے اساتذہ سے تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی۔ دیگر اساتذہ کرام کے علاوہ جامع المعقول والمنقول حضرت خواجہ محمد صدیق حسن چشتی نظامی کیروی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق حسن رحمہ اللہ تعالیٰ تقسیم ملک سے پہلے انڈیا میں فیروز پور کے ایک گاؤں کیرہ میں مقیم تھے۔ آپ ایک عظیم علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے بڑی محنت شاقہ کے ساتھ اپنے وقت کے جید اساتذہ کرام سے اکتسابِ فیض کیا۔ حصول تعلیم کے بعد حضرت خواجہ جعفر ٹوہانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد صدیق حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف ایک قابل ترین مدرس وعالم تھے بلکہ عارف کامل اور صاحب کرامت ولی تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے دنیا پور ضلع لودھراں کے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ ہندوستان میں بیسیوں جید علماء کرام نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دنیا پور میں بھی سینکڑوں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ کی کرامات معروف ہیں۔ یہ مختصر مضمون ان کے تفصیلی ذکر کا متحمل نہیں۔ میرے والد گرامی مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن چشتی رضوی بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ کی کرامات کا خود مشاہدہ کیا۔ آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے وصال کے بعد جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان قاضی ابوالفیض محمد فضل رسول رضوی کے دست حق پرست پر طلب فیض کے لئے بیعت ہوئے۔

حضرت خواجہ حافظ محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ کا عظیم سلسلہ روحانی سے نسبی وروحانی تعلق اور عظیم صاحب کرامت اساتذہ کی صحبت آپ کے بلند روحانی مقام کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق رحمہ اللہ تعالیٰ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے چشتیاں میں سکونت پذیر ہوئے۔ حضور مفتی اعظم خانوال رحمہ اللہ تعالیٰ نے چشتیاں نور المدارس میں تدریس

کے دوران آپ سے روحانی تعلق قائم کیا۔ حضرت خواجہ حافظ محمد شفیع شہید کے رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر کیمیا اثر نے اس قیمتی ہیرے کو پہچان لیا اور فیوض و برکات سے مالا مال کیا اور اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔

12 اگست 1998ء میں حافظ محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا۔ پروفیسر حافظ محمد شفیق الرحمٰن صاحب کے بیان کے مطابق 1990ء کے لگ بھگ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ آپ کے زیر اہتمام 23، 24 جمادی الاخریٰ کو چشتیاں میں سالانہ عرس منعقد ہوتا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی وہاں علمی و روحانی خطاب فرماتے۔ حضور مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مرشد کامل حضور محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد آپ کے آستانہ عالیہ اور آپ کے شہزادگان سے عقیدت و محبت کا مضبوط رشتہ قائم رکھا۔ سالانہ عرس محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی حاضر ہوتے اور گاہے بگاہے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے۔ جگر گوشہ محدث اعظم حضرت صاحبزادہ والا شان غازی محمد فضل احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ خانیوال تشریف لائے اور حضور مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ والا شان غازی محمد فضل احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے برادر اکبر حضرت صاحبزادہ قاضی ابو الفیض محمد فضل رسول رضوی سے اجازت و خلافت حاصل ہے اور حضرت صاحبزادہ والا شان قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضور محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیصل آباد عرس قادری رضوی کے موقع پر علماء کرام و مشائخ عظام کے جم غفیر میں دستار خلافت سے مشرف فرمایا اور حضور حجۃ الاسلام الشاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے جو دستار حضور محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کو عنایت فرمائی تھی آپ نے اپنے خلف اکبر کو اس دستار کرامت سے مشرف فرمایا۔ یوں مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ حضور محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کے بلا واسطہ مرید ہیں اور ایک واسطہ سے تلمیذ رشید ہیں اور دو واسطوں سے آپ کے خلیفہ ہیں۔

1966ء سے 1972ء تک چھ سال حضور مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ نور المدارس چشتیاں میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے۔ 1972ء میں آپ اپنے آبائی علاقے، مدرسہ غوثیہ معراج العلوم، کچا کھوہ میں تشریف لائے اور یہاں بھی تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بہت سے جید علماء کرام نے یہاں آپ سے اکتساب فیض کیا۔ تقریباً سات سال تک یہاں آپ اپنے علمی فیضان سے مخلوق خدا کو فیضیاب فرماتے رہے۔ 1979ء میں مرکزی جامع مسجد خانیوال میں بحیثیت خطیب محکمہ اوقاف کی طرف سے آپ کا تقرر ہوا۔ آپ کے علمی فیضان کی برکت سے مرکزی جامع مسجد صرف خانیوال میں نہیں بلکہ دور دراز کے علاقے والوں کے لئے بھی ایک علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر گئی۔ مرکزی جامع مسجد والا چوک جو کہ گھی چوک کے نام سے معروف ہے یہاں سے مغرب کی جانب جامعہ عنایتیہ کی طرف جانے والے روڈ کی بائیں جانب مرکزی جامع مسجد ہے اور دائیں جانب مدرسہ غوثیہ جامع العلوم کی عمارت ہے۔ یہ ادارہ پہلے مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے معروف تھا۔ انجمن عربیہ اسلامیہ کی طرف سے آپ اس مدرسہ میں بحیثیت مہتمم خدمات سرانجام دینے لگے۔ بعد میں انجمن کا نام انجمن خادم المسلمین کے نام سے تبدیل ہو گیا اور ادارہ کا نام مدرسہ غوثیہ جامع العلوم رکھا گیا۔ آپ کے زیر اہتمام ادارہ نے کمال عروج حاصل کیا۔ ملک اور بیرون ملک یہاں سے فارغ التحصیل فضلاء

بحیثیت مدرس، مفتی، شیخ الحدیث، خطیب اور مناظر و مبلغ دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے مخالفین بڑے منظم انداز میں ہمارے خلاف سرگرم ہیں۔اس کے لئے وہ مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔بچیوں کی تعلیم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔انہوں نے جگہ جگہ بچیوں کی تعلیم کے ادارے کھولے اور بچیوں کے ذریعے خاندانوں میں باطل نظریات وعقائد کا زہر گھولنے لگے۔حضرت مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ نے بروقت اس نازک صورت حال کا ادراک کیا۔انجمن خادم المسلمین کے بعض احباب کی مخالفت کے باوجود آپ نے پہلے مرکزی جامع مسجد خانیوال کی جنوبی جانب ملحقہ ایک کمرے میں بچیوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔پھر مدرسہ غوثیہ جامع العلوم کی ایک منزل بچیوں کے ادارے کے لئے مختص کردی گئی۔اس کے بعد عیدگاہ سول لائن خانیوال میں شاندار بلڈنگ تعمیر کی اور طلباء کرام وہاں منتقل کر دیئے گئے اور مدرسہ غوثیہ جامع العلوم کی شہر والی عمارت صرف بچیوں کے ادارہ کے لئے مختص کردی گئی۔اب تک یہاں سے سینکڑوں فاضلات فارغ التحصیل ہو چکی ہیں جو بحیثیت مصنفہ، معلمہ، مبلغہ تبلیغ دین اور اشاعت علوم کا فریضہ ادا کر رہی ہیں۔

حضور مفتی اعظم خانیوال شب و روز خدمت دین کے لئے سرگرم عمل رہے۔ملک کے طول وعرض میں آپ کے خطابات ہوتے۔ اکثر ایک دن میں کئی کئی خطابات فرماتے۔غالباً 1980ء سے آپ نے برطانیہ جانا شروع کیا۔ہر سال آپ وہاں بھی تشریف لے جاتے اور وہاں کے عوام بھی آپ کے علمی وفکری خطابات سے مستفید ہوتے۔ان ذمہ داریوں کے ساتھ آپ مرکزی جامع مسجد خانیوال میں امامت و خطابت کے فرائض بھی نبھاتے رہے۔ یہاں موجود ہونے کی صورت میں آپ باقاعدگی سے خود امامت فرماتے۔رات کو دیر سے پروگرام سے واپس گھر تشریف لاتے لیکن صبح ہشاش بشاش بہ نفس نفیس نماز فجر کی امامت کے لئے تشریف فرما ہوتے۔نماز فجر کے بعد آپ کا طویل درس قرآن مجید ہوتا۔ جو عام فہم اور موثر انداز میں مفید علمی نکات پر مشتمل ہوتا۔عقائد اہل سنت کو مدلل انداز میں بیان کیا جاتا۔یہ سب بندہ کے اپنے مشاہدات ہیں۔بندہ کے دوران تعلیم آپ نے پورا درس قرآن مکمل فرمایا۔اس موقع پر عظیم جلسہ تکمیل درس قرآن منعقد ہوا۔جس میں شہر کے مختلف علماء کرام نے شرکت کی۔ مسجد کا ہال عوام اہل سنت سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔مختلف علماء کرام کے بیانات کے بعد آپ نے بڑے دلنشین انداز میں سورۃ الناس کی تفسیر بیان فرمائی۔اس پروگرام میں بتایا گیا کہ آپ دو بار درس قرآن مجید مکمل فرما چکے ہیں۔اس کے بعد آپ نے تفسیر روح البیان کا درس شروع کیا۔بندہ بھی اس درس میں شریک ہوتا۔آپ دقیق صوفیانہ نکات کو اپنے مخصوص انداز میں اس طرح بیان کرتے کہ سامعین کو وہ نکات سہل ترین محسوس ہونے لگتے۔زمانہ طالبعلمی کے بعد ایک روز میں بائیک پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا یہ میرے تدریسی دور کا پہلا دن تھا۔آپ کمال شفقت سے خود مجھے عیدگاہ چھوڑنے تشریف لے جا رہے تھے۔راستے میں میں نے عرض کیا: حضور! آپ نے تفسیر روح البیان کا درس شروع کیا تھا۔وہ کہاں تک پہنچا؟ آپ نے فرمایا: مصروفیات کی بنا پر وہ سلسلہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔دعوت اسلامی کا ملتان میں سالانہ اجتماع ہوتا۔وہاں بھی نماز فجر کے بعد آپ کا طویل علمی روحانی اور اصلاحی خطاب ہوتا۔بلا مبالغہ آپ کے اس خطاب کو پورے اجتماع کی روح قرار دیا جا سکتا ہے۔بعد میں نہ جانے کیوں یہ سلسلہ روک دیا گیا۔ان مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات بھی لکھتے۔آپ کے فتاویٰ جات جامع مدلل اور عام فہم ہوتے۔کاش یہ ہزاروں فتاویٰ جات جمع کر لئے جاتے تو آج مفتیان کرام کیلئے یہ ایک عظیم راہنما کتاب ثابت ہوتی اور اہل سنت و جماعت کی کتب فتاوی

میں ایک معتد بہ اضافہ ہوتا۔ آپ اپنے شیخ طریقت حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز کی تعلیمات کے مطابق حضور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی ﷫ کی تعلیمات سے سر مو انحراف نہ کرتے۔ بندہ نے بھی دو تین بار دوران تعلیم آپ سے فتوی حاصل کیا۔ بندہ جب فیصل آباد استاذ نا المکرم حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا غلام نبی ﷫ کے پاس دورہ حدیث کی کلاس میں زیر تعلیم تھا۔ سال کے اختتام پر آپ کی بارگاہ میں زیارت کے لئے حاضر تھا۔ اسی دوران آپ کے پاس ایک استفتاء آیا۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ آپ اس کا جواب لکھیں۔ بندہ پریشان ہوگیا اور بار بار معذرت کی لیکن آپ نے انتہائی اصرار کے ساتھ سختی سے حکم دیا۔ جمال کے ساتھ ساتھ آپ کے چہرہ نورانی پر جلال کے آثار بھی نظر آیا کرتے تھے۔ میں یہ پوچھنے کی بھی ہمت نہ کر سکا کہ حضور کیا جواب لکھوں؟ دو تین بار سوال پڑھا اور ڈرتے ڈرتے جواب لکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس پر سائن بھی کرو۔ میں نے سائن کر دیئے۔ آپ نے غور سے میرا لکھا ہوا جواب پڑھا۔ اس کے بعد ایک جملہ خود لکھا پھر تصدیقی کلمات تحریر فرمائے اور آخر میں اپنے سائن کر دیئے۔ میں سمجھتا ہوں آپ کی اس عنایت کریمانہ اور نظر کرامت کی برکت ہے کہ آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان، فیصل آباد اور جامعہ محدث اعظم رضا نگر، چنیوٹ میں حضور سیدی مرشدی قاضی ابو الفیض محمد فضل رسول حیدر رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے ارشاد پر سینکڑوں فتاوی جات لکھ چکا ہوں۔ ابھی ان سطور کی تحریر کے دوران بھی دو سوالنامے تعمیر مسجد اور طلاق کے متعلق آئے ہیں۔ یقیناً جس طرح آپ اپنی حیات ظاہری میں شفقت و محبت فرماتے تھے۔ بعد از وصال بھی وہ محروم فیض نہیں فرماتے۔ یادوں کا یہ سلسلہ تو طویل ہوتا چلا جائے گا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آپ کی یہ بے پناہ مصروفیات تھیں۔ آرام کی پرواہ نہ کرنا اور شب و روز مسلسل مصروف کار رہنا یہ عوارض تھے جن کی بنا پر آپ کی طبیعت علیل رہنے لگی۔ عرصہ دراز سے آپ شوگر کے عارضے میں مبتلا تھے۔ آپ نے اپنی علالت طبع کو تبلیغی مصروفیات میں آڑے نہ آنے دیا۔ آپ کو ہارٹ کی تکلیف ہوئی۔ 25 اپریل 2001ء میں آپ بغرض علاج برطانیہ تشریف لے گئے۔ ستمبر 2001ء میں آپ کے دل کا بائی پاس ہوا۔ صحت یابی کے بعد جب آپ واپس تشریف لائے بندہ بھی زیارت کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ فرما رہے تھے کہ وہاں بہت مہنگا علاج ہے۔ کوئی شخص ایک مربع زمین فروخت کرے تبھی یہ اپریشن کروا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور محبوب کریم ﷺ کی نگاہ رحمت سے یہ مراحل پریشانی کے بغیر حل ہو گئے۔ وہاں کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ کو مانیٹرنگ کی اشد ضرورت ہے۔ علاج کی جو اعلیٰ سہولیات وہاں مہیا تھیں وہ پاکستان میں ممکن نہ تھیں۔ آپ کے دو بھائی مولانا مشتاق احمد سیالوی اور مولانا محمد اطہر طاہر مدنی سیالوی بھی برطانیہ میں قیام پذیر تھے۔ برادران اور احباب نے اصرار کیا کہ آپ مستقل برطانیہ تشریف لے آئیں تاکہ بہتر طریقے سے علاج ہو سکے۔ احباب و برادران کے اصرار پر اور مولانا عبد الرحمن مجاہد کی دعوت پر آپ نے برطانیہ شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا۔ اور یہ فیصلہ انتہائی علالت طبع کی بنا پر کیا۔ صاحبزادہ مبشر اقبال جمیل صاحب آپ کے انتقال کے بعد مجھے فرمانے لگے کہ لوگوں نے اسے یہ رنگ دے دیا کہ آپ پاؤنڈ کی خاطر برطانیہ چلے گئے حالانکہ حقیقت حال یہ تھی کہ علالت طبع کے نازک مراحل میں داخل ہونے کی بنا پر یہ فیصلہ کرنا پڑا۔

صاحبزادہ محمد حامد رضا صاحب نے برطانیہ سے فون پر بتایا کہ برطانیہ بائی پاس کے بعد حافظ محمد شفیع صاحب تمہ والے آپ سے ملنے آئے تو آپ فرمانے لگے: کہ پاکستان میں لوگ باتیں بنا رہے ہیں کہ ڈالروں کے لئے برطانیہ آگیا۔ جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ میں

کسی کے حکم پر سب کچھ چھوڑ کر یہاں آ گیا ہوں، میری یہاں ڈیوٹی لگی ہے۔ جب وہ حکم دیں گے تو میں سب کچھ چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا۔

آپ کو قریب سے جاننے والوں پر یہ معاملہ واضح ہے کہ جو مردِ کامل تبلیغ دین کے لئے دور دراز کا سفر کر کے شہر شہر اور قریہ قریہ پہنچ جایا کرتا تھا اور پھر بھی زادِ راہ تک کا مطالبہ نہیں کرتا تھا۔ جو اپنی ذاتی رقم کو جامعہ کی تعمیر پر صرف کر دیتا تھا۔ جو عقیدتمندوں کی طرف سے ملنے والے نذرانے بھی سفرِ مدینہ میں خرچ کر دیا کرتا تھا۔ جس نے اپنی ذاتی کاوشوں سے مدرسہ غوثیہ جامع العلوم اور مرکزی عیدگاہ کی شاندار عمارتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ جو سخت ترین علالت میں بھی پیغام محبوب ﷺ کی اشاعت کے لئے مسلسل پرمشقت سفر میں رہا کرتا تھا، وہ ان ڈالروں اور پاؤنڈز کی طرف کیا نظر کرے گا؟ ؎

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جن کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا برطانیہ جانا بھی کئی حکمتوں پر مشتمل تھا۔ آپ وہاں جا کر بھی پاکستان سے مسلسل رابطے میں رہے۔ ہر سال یہاں تشریف لا کر اپنی زیرِ سرپرستی چلنے والے اداروں کی نگرانی فرماتے۔ بیماری کے باوجود پاکستان میں قیام کے دوران آپ کا زیادہ وقت تبلیغی دوروں میں ہی گذر جاتا آرام کرنا تو آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ اور برطانیہ میں آپ کا قیام مسلک کی اشاعت کے لئے وقف رہا۔ آغاز میں آپ مدینہ مسجد، کارڈف (Cardiff) میں بطور خطیب خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر تبلیغی معروفیات بھی جاری رہیں۔ پھر جامع مسجد غوثیہ سلاؤ (Slough) میں بھی فرائض خطابت سرانجام دیتے رہے۔

2007ء سے 2008ء تک آپ الحراء ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ المعروف سلطان باہو سنٹر میں خطابت فرماتے رہے۔ 2005ء میں آپ کو مستقل طور پر برطانیہ کی شہرت بھی حاصل ہو گئی تھی۔ 2007ء میں آپ نے سلاؤ (Slough) میں اپنا ذاتی مکان بھی خرید لیا۔ جہاں آپ کی فیملی رہائش پذیر ہوئی۔ 2008ء میں علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے والد گرامی مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہما کی قائم کردہ قدیمی مرکزی مسجد، جامع مسجد الخضراء گلاسگو (Glasgow) میں آپ خطابت فرماتے رہے۔ آخری سالوں میں آپ نوٹنگھم (Nottingham) کی مرکزی مسجد اسلامک سنٹر و دارالافتاء میں بحیثیت خطیب و مفتی تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ہفتے میں 3 دن کے لئے الحجاز کالج کوونٹری (Alhijaz College Coventry) میں تشریف لے جاتے اور وہاں آپ لیکچرز دیتے۔ اللہ چینل، بلیک برن سے آپ کے خطابات نشر ہوتے۔ اس چینل سے مختلف موضوعات پر قسط وار پلز نشر کیے جاتے ہیں۔ اس سارے عرصے میں آپ نے تدریسی خدمات بھی جاری رکھیں۔ ابتداء میں تو آپ نے انفرادی طور پر تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مگر آپ کی کوشش تھی کہ وہاں عظیم دینی ادارہ قائم کیا جائے۔ آپ کی یہ کوششیں رنگ لائیں۔ خطیر رقم خرچ کر کے عرصہ دو سال سے آپ بچیوں کا ادارہ قائم فرما چکے تھے۔ جہاں مقیم طالبات درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ اس دفعہ انتقال سے پہلے فیصل آباد تشریف آوری پر آپ نے بتایا کہ وہاں منتہی اسباق جاری ہیں۔ آپ اس ادارے کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے کے خواہاں تھے۔ ان شاء اللہ العزیز آپ کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پورے برطانیہ میں مختلف مقامات پر آپ کے خطابات ہوتے۔ وہاں آپ کی مذہبی و تبلیغی خدمات کا سلسلہ بہت

پھیلا ہوا تھا۔ اگر اس کام کو موضوع تحقیق بنایا جائے تو بہت سے گوشے سامنے آئیں گے۔

میرے اس مضمون کا رخ آہستہ آہستہ آپ کی حیات کے آخری لمحات کی طرف ہو رہا ہے لیکن یہ ایک تکلیف دہ موضوع ہے۔ آپ کی یادوں کے سہارے میں اس تکلیف کو دبانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تھوڑا سا سوچتا ہوں تو آپ کی خدمت میں گزارے ہوئے شب و روز چودھویں رات کے چاند کی طرح سامنے آجاتے ہیں اور دل و دماغ پر، سکون بخش نورانی کرنوں کی بارش کر دیتے ہیں۔ اپنے گاؤں آپ کی تشریف آوری اور آپ کی زیارت والے واقعہ کی طرح مجھے وہ منظر بھی نہیں بھولا جب والد گرامی نے مجھے اور مولانا محمد اصغر علی رضوی کو مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال میں داخل کروایا۔ پہلی دفعہ استاذ مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ خطاب کے لئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پُر وقار اور مخصوص انداز میں خطبہ پڑھنے کے بعد آپ نے استمداد اولیاء کے عنوان پر خطاب شروع کیا۔ مخالفین کے شبہات پیش کئے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز ہے، بدعت و گمراہی ہے، شرک ہے، آپ نے جواب میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اقوال سلف سے مزین واضح اور صریح دلائل پیش کئے جس سے مسئلہ الم نشرح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضرت عیسیٰ علی بنینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوا انصار اللہ نہ فرماتے۔ سکندر ذوالقرنین فاعینونی بقوۃ کے کلمات کے ساتھ لوگوں سے مدد طلب نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنو ہوازن کو نحن نستعین بر سول اللہ کہنے کی تعلیم نہ دیتے۔ پھر آپ نے مخالفین کی طرف سے یہ سوال اٹھایا کہ ان دلائل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماتحت الاسباب امور میں مدد مانگنا جائز ہے۔ اس کا ہم انکار نہیں کرتے لیکن مافوق الاسباب امور میں کسی سے مدد مانگنا شرک ہے۔ آپ نے دلائل کے انبار لگا دیئے اور روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ مافوق الاسباب میں مدد مانگنا قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ پھر آپ نے آخر میں منکرین کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا کہ ان دلائل سے تو یہی ثابت ہوا کہ کسی سے اس کی زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے لیکن وفات کے بعد مدد مانگنا تو ہرگز جائز نہیں۔ آخر میں آپ نے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا کہ وصال کے بعد اولیاء اللہ سے مدد مانگنا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ آپ کے مرتب، مدلل، مفصل اور موثر خطاب نے منکرین کے اعتراضات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور اندھیروں میں ٹاک ٹوئیاں مارنے والے کو نصف النہار کے سورج کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔ نماز جمعہ پڑھ کر میں باہر آیا تو میری زبان سے بے ساختہ نکلا کہ آج کوئی نجدی منکر آپ کا خطاب سن لیتا تو ضد اور عناد کی بنا پر زبان سے اقرار نہ بھی کرتا لیکن اس کا دل ضرور گواہی دیتا کہ سچا مسلک وہی ہے جو اہل سنت وجماعت بریلوی کا مسلک ہے۔

زمانہ طالب علمی میں وہاڑی کے علاقے میں آپ کے ایک پروگرام میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ رات کے قریباً بارہ بجے آپ نے خطاب شروع کیا۔ دوران خطاب کسی نے مخالفین اہل سنت کی طرف سے دس سوالوں پر مشتمل ایک پرچہ پیش کر دیا۔ آپ نے سوالنامہ پڑھا۔ آپ کے خطاب کا رخ جوابات کی طرح پھر گیا۔ پھر تو دلائل کا ایک سیلاب تھا جو رواں ہو گیا۔ منکرین کے بزعم خود وزنی اعتراضات خس و خاشاک کی طرح بہہ کر رہ گئے۔

مرکزی عید گاہ کے قریب ایک شخص کی دعوت پر نماز عصر کے بعد تشریف لے گئے۔ چند احباب اور طلباء کرام تھے۔ میں بھی حاضر

تھا۔صاحب خانہ نے آپ سے خطاب کے لئے عرض کیا۔ مجھے فرمانے لگے: آپ تھوڑا سا خطاب کر دیں۔ میرے ذہن میں اس وقت کچھ مستحضر نہیں۔ میں نے ادب سے عرض کیا: حضور کرم فرمائیں۔ آپ ہی کچھ بیان فرمائیں۔ آپ نے مختصر سے خطبہ کے بعد بیٹھے بیٹھے ہی قریباً پندرہ منٹ خطاب فرمایا: سامعین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دوران خطاب آپ نے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر بیان فرمایا کہ الحمد للہ! اگر میری دل کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو ایک پر لکھا ہو گا لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہو گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمرہ نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت اور فیضان رضا جاری رہے گا کی صدا سے گونج اٹھا کبھی آپ کا خطاب ڈیڑھ دو گھنٹے یا زیادہ دورانیے پر مشتمل ہوتا اور کبھی وقت کے اختصار کے پیش نظر تھوڑے سے وقت میں طویل ترین مضمون کو اس طرح سمیٹ دیتے کہ دریا کوزے میں بند ہو کر رہ جاتا۔ لاری اڈہ خانیوال کے قریب ایک پروگرام تھا۔ منتظمین نے پروگرام میں غیر ضروری طوالت کر دی۔ رات کے قریباً 1 بجے حضور مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ خطاب کے لئے کھڑے ہوئے بہت سے لوگ جا چکے تھے۔ جو باقی رہ گئے تھے انہیں نیند کے جھونکے آ رہے تھے۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم موضوع خطاب تھا۔ آپ نے خطبہ کے بعد فرمایا: وقت کافی ہو چکا ہے۔ میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔ واقعہ معراج تو اس طرح ہے۔ جس طرح قصہ یوسف علیہ السلام ہے۔ اگر تفصیل سے بیان کرنے لگیں تو رات اسی میں گذر جاتی ہے۔ اگر مختصر بیان کریں تو کسی نے فارسی میں یوں بیان کیا پدر بود و پسر او گم شد و باز یافت ایک باپ تھے ان کے ایک بیٹے گم ہو گئے اور پھر مل گئے۔ اسی طرح واقعہ معراج بیان کرنے لگیں تو راتیں ختم ہو جائیں گی مگر بیان ختم نہیں ہو گا۔ لیکن اگر اختصار سے بیان کریں تو پھر یوں کہا جائے گا۔

زنجیر ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
سر عرش گئے اور آئے محمد ﷺ

پانچ منٹ کے اس مختصر سے خطاب نے مجمع میں ایسا جوش و خروش پیدا کر دیا کہ نیند کے جھونکوں کا دور تک نام و نشان نہیں تھا بس نعرہ تکبیر و رسالت کی دلنواز صدائیں گونج رہی تھیں۔ مختلف تنظیمات اہل سنت کی طرف سے ایک مرکزی پروگرام ہو رہا تھا۔ اسٹیج پر بہت سے علمائے کرام تشریف فرما تھے۔ حضرت مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جلوہ افروز تھے۔ وہاں آپ کے کچھ حاسدین بھی تھے۔ جو یہ جانتے تھے کہ جہاں حضرت مفتی صاحب کا بیان ہو وہاں سب کے بیانات ماند پڑ جاتے ہیں نقابت کے فرائض انہی میں سے ایک شخص ادا کر رہا تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ مفتی صاحب کا خطاب نہ ہو مگر مجبوراً انہیں آپ کو ٹائم دینا پڑا۔ اس شخص نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا: حضرت مفتی صاحب کی طبیعت علیل ہے۔ آپ کے گلے میں بھی خرابی ہے۔ اس لئے آپ صرف پانچ منٹ خطاب کریں گے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ پانچ منٹ میں کیا بیان کر سکیں گے؟ ہمارے استاذ محترم مخالفت کا جواب مخالفت سے دینے کے قائل ہی نہ تھے۔ آپ خطاب کے لئے کھڑے ہوئے۔ مخالفین کے اس طرز عمل کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ چاہتے تو خطاب لمبا کر دیتے۔ کوئی آپ کو روکنے یا ٹوکنے کی جرأت نہ کر سکتا مگر آپ نے پانچ منٹ ہی خطاب کیا اور اس مختصر بیان نے سستی کے شکار مجمع کو گرما کے رکھ دیا کچھ لوگ تو بے خودی کے عالم میں اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر نعرے بلند کرنے لگے۔ سامعین کی کیفیت کی گواہی دے رہی تھی کہ آج خطاب تو بس حضرت مفتی صاحب

کا ہی ہوا ہے۔

جس طرح آپ کا خطاب مدلل اور عالمانہ مگر عام فہم ہوتا تھا۔اسی طرح آپ کا انداز تدریس بھی ایسا دلنشیں تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل بڑی سادگی سے دل میں اتر جایا کرتے اور دماغ میں نقش ہو جایا کرتے۔میں نے کئی دفعہ طلباء کو شرح تہذیب پڑھائی جب بھی وایضاان الاحد معناہ الخ کی تقریر کرتا ہوں تو ہر دفعہ استاذ مکرم رحمہ اللہ تعالی کی تقریر کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے آپ نے کس طرح سادہ اور سہل ترین انداز میں مطلق الشئی اور الشئی المطلق کا فرق واضح کیا۔آپ طلباء کو صرف پڑھاتے نہیں تھے بلکہ ایک باپ کی شفقت اور پیار کا سایہ بھی دیتے تھے۔طالبعلم کی ذراسی تکلف پر تڑپ جایا کرتے۔ایک دفعہ آپ نے نماز ظہر کی امامت کروائی۔سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے بعد ابھی دعا نہیں مانگی تھی کہ ایک طالب علم کو مرگی کا دورہ پڑ گیا۔وہ بے ہوش ہو کر زمین پر تڑپنے لگا۔منہ سے جھاگ آنے لگی۔آپ کھڑے ہو کر تیزی سے اس کے قریب آئے۔اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اسے آوازیں دینے لگے۔جب تک وہ ہوش میں نہیں آیا آپ کھڑے بے قراری کا اظہار فرماتے رہے۔جب وہ مکمل پرسکون ہوا تو آپ نے نماز کی آخری دعا منگوائی پھر اس کے علاج کے سلسلے میں ہدایت دینے لگے۔میں جب عیدگاہ آپ کی زیر نگرانی خدمت تدریس سرانجام دیا کرتا تھا۔اس دوران آپ عیدگاہ کی مسجد میں تشریف فرماتے تھے۔ایک مدرس نے کسی طالب علم کو سزا کے طور پر کان پکڑوا دیئے۔آپ دور بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔آپ اس وقت تعویذ لکھ رہے تھے۔آپ بار بار بے چینی سے اسے دیکھتے پھر تعویذ لکھنے میں مشغول ہو جاتے۔آخر آپ سے رہا نہ گیا اور ایک طالب علم کے ذریعے مدرس کو پیغام بھیجا کہ اسے اب معاف کر دیں بیچارہ تھک گیا ہو گیا۔اس طرح ایک موقع پر کسی مدرس کی شکایت آئی کہ وہ طلباء کو بہت سخت سزا دیتے ہیں۔آپ اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے۔میں بھی حاضر تھا۔علیحدگی میں اس مدرس صاحب کو فرمانے لگے: زیادہ سزا دینے سے طلباء کی طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے۔آپ خوب محنت کے ساتھ پڑھائیں۔پھر آپ کو سزا دینے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہو گی اور جو طالبعلم آپ کی محنت سے کامیابی حاصل کرکے جائے گا وہ زندگی بھر کے لئے آپ کا غلام بن جائے گا۔اور آپ کا یہ فرمان مبنی بر حقیقت ہے طلباء گھر بار چھوڑ کر تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدارس کا رخ کرتے ہیں۔اگر استاذ محنت اور جانفشانی سے ان کی تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دے تو وہ غلام بے دام بن جاتے ہیں۔بندہ نے پانچ سال آپ کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض کیا اور دو سال آپ کی زیر نگرانی تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ان سات سالوں میں ایک دفعہ بھی ایسا موقع نہیں آیا کہ آپ نے مجھے کبھی سزا دی ہو یا جھڑکا ہو یا خفا ہوئے ہوں حتیٰ کہ آپ نے مجھے کبھی "تو" کہہ کر بھی نہیں بلایا۔یہ آپ کا کمال شفقت تھا۔بعض اوقات مجھ سے کوتاہی بھی ہو جاتی تو آپ شان کریمی کا ہی مظاہرہ فرماتے۔ایک دفعہ کراچی سے جماعت اہل سنت کی طرف سے کچھ علماء کی جماعت آرہی تھی۔آپ نے مجھے مدرسہ غوثیہ جامع العلوم کے نیچے والے نئے دفتر میں بٹھایا اور فرمانے لگے کہ جونہی وہ علماء تشریف لائیں۔انہیں یہاں بٹھانا اور مجھے اطلاع دے دینا۔آپ گھر تشریف لے گئے۔طالبعلمی کا دور ہی کچھ ایسا ہوتا ہے۔میں نے غفلت کا مظاہرہ کیا اور سوچا کہ ابھی تو ان کے آنے میں کافی دیر ہو گی میں دفتر کو تالا لگا کر اوپر والی منزل میں اپنے کمرے میں چلا گیا کہ کچھ دیر بعد آجاؤں گا۔اتفاق ایسا ہوا کہ تھوڑی دیر بعد ہی وہ علماء کرام تشریف لے آئے۔ان کے استقبال کے لئے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔کسی طرح انہوں نے استاد صاحب سے رابطہ کیا۔آپ تشریف لائے۔دفتر کو تالا لگا ہوا تھا۔چابی میرے پاس

تھی۔ آپ ان علماء کرام کو وہاں کھڑا کر کے سیڑھیاں طے کرتے ہوئے تیزی سے میرے کمرے میں آئے۔ فرمانے لگے: بندہ خدا! آپ بتا تو دیتے۔ مہمان نیچے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ بھاگتے ہوئے جا کر تالا کھولا۔ ڈر رہا تھا۔ آپ ناراض ہوں گے۔ وہ جامعہ میں چھٹی کا دن تھا۔ کوئی اور طالبعلم نہیں تھا۔ مہمانوں کی خدمت میں ہی سرانجام دیتا رہا۔ میری اتنی بڑی کوتاہی پر آپ نے بعد میں ایک بھی سخت کلمہ نہیں کہا۔ بس آپ کی شفقت اور محبت نے ہی آئندہ کے لئے اصلاح کر دی۔

آپ کا کوئی جاننے والا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے ایک رجسٹر آپ کو پیش کیا اور کہنے لگا: میری بیٹی ایک ادارے میں پڑھتی ہے۔ انہوں نے چند دینی سوالات اس کے ذمے لگائے ہیں ان کے جوابات لکھ کر دینے ہیں۔ آپ نے مجھے بلا کر وہ رجسٹر دیا اور یہ کام میرے ذمہ لگا دیا۔ میں نے دیکھا، کافی محنت طلب کام تھا۔ آپ سے انکار نہ کر سکا۔ رجسٹر میں چوتھائی حصہ کے قریب کام کیا جا چکا تھا۔ باقی میرے ذمہ تھا۔ کلاس کا ٹائم تھا۔ میں نے رجسٹر وہاں رکھا۔ کلاس سے باہر آتے وقت رجسٹر اٹھانا یاد نہ رہا۔ نماز مغرب کے بعد آ کر دیکھا رجسٹر غائب تھا۔ کوئی چور اپنا کام دکھا چکا تھا۔ بڑا پریشان ہوا مگر آپ سے عرض کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ تقریباً ڈیڑھ مہینہ گزر گیا۔ ایک دن آپ کی طرف سے بلاوا آ گیا کہ وہ رجسٹر لے کر آؤ۔ آپ کچھ لکھ رہے تھے۔ صورت حال عرض کی۔ یہ سن کر آپ نے بھی پریشانی کا اظہار کیا۔ فرمانے لگے: آپ پہلے بتا دیتے تو کوئی انتظام کر لیتے اب ان کو کیا جواب دیں گے؟ میں خاموش بیٹھا رہا کہ آپ ڈانٹیں گے۔ مگر آپ کی کمال شفقت کہ آپ نے بس اتنا فرمایا کہ ٹھیک ہے جائیں، اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔

ایک بار میں بلاوجہ کلاس میں غیر حاضر ہو گیا۔ کسی طرح استاذ صاحب تک یہ بات پہنچ گئی۔ اتفاقاً اسی دن والد صاحب خانیوال کسی کام کے سلسلے میں آئے۔ استاذ محترم سے ملاقات کی۔ آپ نے والد صاحب کو صورت حال بیان کی لیکن ساتھ ہی فرمایا:

''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ آپ اسے کچھ نہ کہیں۔ اس کی طبیعت حساس ہے پریشان ہو گا۔'' بعد میں جب مجھے آپ کے ان کلمات کریمانہ کا علم ہوا تو شدید احساس ہوا کہ استاذ مکرم نے میری پریشانی کا اتنا خیال رکھا مگر میں نے غیر حاضری کرتے ہوئے اس بات کا احساس نہ کیا۔ آپ کی اس شفقت و محبت سے میری جو اصلاح ہوئی، سخت ترین سزا سے ایسی اصلاح کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کو اپنے شیخ کریم حضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ پیپل والی مسجد میں عرس محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے اجتماع سے خطیب پاکستان علامہ مولانا بشیر احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ ساہیوال والے خطاب فرما رہے تھے۔ وہ اپنے پیر و مرشد محدث اعظم پاکستان کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت مفتی اعظم خانیوال رحمۃ اللہ علیہ ان کی کرسی کے ساتھ ہی قالین پر تشریف فرما تھے۔ اپنے شیخ طریقت کا ذکر سن کر مفتی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ بار بار رومال سے آنکھیں صاف کر رہے تھے مگر آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ میں نے زندگی میں حضور مفتی اعظم کی یہ کیفیت صرف اسی موقع پر دیکھی۔ جب تذکرہ محدث اعظم پاکستان دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ آپ احباب کی محفل میں بیٹھے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ میں آپ کی سوانح حیات کا بار بار مطالعہ کرتا ہوں۔ آپ کی زندگی کا سارا نقشہ نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور آپ کے عشق رسول، خلوص و للّٰہیت اور علم و فضل اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر استقامت کے یہ واقعات آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اپنے شیخ کریم کی

نسبت سے آپ کے تمام شہزادگان کے ساتھ بھی انتہائی عقیدت کا اظہار فرماتے۔ غالباً تیسری بار ہمارے گاؤں میں خطاب کے لئے تشریف لائے۔ شام کے وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اس دوران جگر گوشۂ محدث اعظم پاکستان سیدی و مرشدی قاضی ابوالفیض محمد فضل رسول حیدر رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا ذکر فرمانے لگے۔ انتہائی عقیدت و محبت سے فرمایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے والد ماجد حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت عکس ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اوصاف کے ساتھ ساتھ فراست ایمانی سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ آپ کی زبان سے جو کلمات نکلتے ہیں اسی طرح ہو جاتا ہے۔ ایک بار ڈاکٹر فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی پاکستان تشریف آوری پر اخبارات میں ان کے ساتھ ''مفتی مدینہ'' کا لقب لکھا گیا۔ آپ نے یہ خبر پڑھتے ہی فرمایا کہ اس لقب کی بنا پر نجدی حکومت کی طرف سے پریشانی کا سامنا ہوگا۔ اور اسی طرح ہوا بعد میں نجدی حکومت نے خبث باطنی کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب پر مختلف اعتراضات کیے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ پاکستان میں آپ نے نام کے ساتھ مفتی مدینہ کس حیثیت سے لکھا گیا؟ جگر گوشۂ محدث اعظم پاکستان حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی دامت برکاتہم العالیہ جب خانیوال تشریف لاتے تو صوفی محمد عالم رضوی صاحب کے مکان پر قیام فرماتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر حضرت مفتی صاحب بھی جگر گوشۂ محدث اعظم پاکستان کی زیارت و ملاقات کے لئے صوفی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے آپ نے اپنے شیخ طریقت کے شہزادے کی نہ صرف دست بوسی کی بلکہ آپ کے منع کرنے کے باوجود آپ کے قدموں کو بھی بوسہ دیا۔ جب کھانا پیش کیا گیا تو حضرت مفتی صاحب خود اٹھ کر برتن دھونے لگے اور مہمانوں کو کھانا پیش کرنے میں اہل خانہ کے ساتھ ہاتھ بٹانے لگے۔ ہمارے ایک دوست یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ کہنے لگے: حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی صاحب کی شخصیت کے متعلق مجھے زیادہ معلومات نہیں لیکن آج مفتی صاحب کو بایں فضل و کمال آپ کے ساتھ اظہار عقیدت کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے حضرت صاحبزادہ والاشان کی عظمت شان کا اعتراف کیے بغیر چارۂ کار نہیں کہ مفتی اعظم جیسی عظیم شخصیت بھی آپ کا اس قدر احترام کر رہی ہے۔

حضور مفتی اعظم خانیوال رحمۃ اللہ علیہ لندن سے جب پاکستان تشریف لاتے تو فیصل آباد اپنے پیر و مرشد کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے تشریف لاتے۔ دو سال پہلے آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان پر حاضری کے لئے تشریف لائے۔ قبلہ پیر صاحب اس وقت تشریف فرما نہیں تھے۔ ملاقات نہ ہو سکی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ مجھ سے تدریسی مصروفیات کے متعلق استفسار فرمانے لگے۔ پھر پوچھا: آپ خطابت و امامت بھی کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: امامت تو نہیں کر رہا۔ البتہ دو سال سے یہاں آستانہ عالیہ پر خطابت کی خدمت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ یہ سنتے ہی اچانک آپ نے میرے ہاتھ پکڑے اور بوسہ دینے لگے۔ میں نے جلدی سے جھک کر آپ کے نورانی ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا: حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر خطابت کی خدمت بہت بڑا اعزاز ہے۔ پھر آپ نے دعاؤں سے نوازا۔

اس سال تشریف لائے۔ سنی رضوی جامعہ مسجد کے امام قاری غلام حیدر رضوی صاحب آپ سے آکر ملے تو حضرت مفتی صاحب نے اپنے شیخ کامل کے آستانہ عالیہ کی مسجد کا امام ہونے کی نسبت سے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ یہ آپ کی شان عجز و انکساری بھی تھی اور اپنے شیخ کامل کے ساتھ انتہائے عقیدت کا اظہار بھی تھا۔

آپ کو اولیائے کاملین کے ساتھ انتہائی عقیدت ومحبت تھی۔ ملک و بیرون ممالک متعدد اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ حرمین طیبین کے علاوہ عراق، مراکش، شام، مصر، ترکی، ایران وغیرہ متعدد ممالک کا سفر کیا اور مقامات مقدسہ ومزارات اولیاء پر حاضر ہوئے۔ ہر سال حج وزیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ آپ نے 39 یا 40 حج ادا کیے۔ جب سے حج پر حاضری شروع کی۔ مسلسل ہر سال حاضر ہوتے۔ برطانیہ میں قیام پذیر فرما ہونے کے دوران ایک سال حج پر نہ جاسکے۔ صاحبزادہ محمد حامد رضا رضوی بیان کرتے ہیں کہ اس سال آپ کمرے میں بند ہو کر زارو قطار روتے رہتے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت اور خلوص نیت پر آپ کو حج سے بھی زیادہ اجرو ثواب عطا فرمایا ہوگا کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ آپ نے زندگی میں کتنے عمرے ادا کیے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ ایک سال میں متعدد بار حرمین طیبین حاضر ہوتے۔ آخری سال بھی غالباً 4 دفعہ حاضری ہوئی۔ شدید علالت بھی حج وزیارت اور مقامات مقدسہ کے سفر سے رکاوٹ نہ بنتی۔ آپ طویل عرصہ سے علیل تھے۔ شوگر کا عارضہ تو غالباً چشتیاں دوران تدریس سے ہی لاحق تھا۔ 2001ء میں عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے۔ اسی بنا پر آپ کو برطانیہ منتقل ہونا پڑا۔ 2007ء میں انجائنا (Angaina) کی تکلیف دوبارہ لاحق ہوئی۔ ڈاکٹروں کی تجویز پر سٹینٹس (Stents) ڈالے گئے۔ ان ساری تکالیف کے باوجود آپ کی دینی وتبلیغی معروفیات اور مقامات مقدسہ کے سفر جاری رہے۔ 2013ء میں آپ پاکستان تشریف لائے۔ یہاں سے بغداد شریف حاضری کا پروگرام تھا۔ صاحبزادگان، برادران ومریدین کا عظیم قافلہ بھی ہمراہ تھا۔ کراچی ائیر پورٹ سے روانگی تھی۔ روانگی سے ایک دن پہلے آپ کی طبیعت بہت زیادہ علیل ہوگئی۔ آغا خان ہاسپٹل کراچی میں آپ کو داخل کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ان کی حالت سفر کرنے کے قابل نہیں۔ صاحبزادہ مبشر اقبال جمیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بھی بغداد شریف دو تین بار حاضر ہو چکا تھا۔ میں نے عرض کیا: ہم سفر ملتوی کر دیتے ہیں۔ باقی احباب حاضر ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ نہیں ضرور بغداد شریف حاضری ہوگی۔ عراق کے ویزہ کے لئے یہ قانون تھا کہ پاسپورٹ وہاں سفارت خانے بھیجا جاتا اور پاسپورٹ پر ساری تفصیل درج کی جاتی۔ حضور مفتی صاحب کے دو پاسپورٹ تھے ایک برطانوی اور ایک پاکستانی۔ وہ تفصیلات تو برطانوی پاسپورٹ پر درج تھیں لیکن عین موقع پر پتہ چلا کہ اس وقت برطانوی پاسپورٹ پاس نہیں ہے۔ صرف پاکستانی پاسپورٹ ہے۔ اس مختصر وقت میں برطانوی پاسپورٹ نہیں منگوایا جاسکتا تھا اور اس کے بغیر سفر کرنے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی مگر حضور مفتی صاحب کا اصرار تھا کہ بہر صورت حاضری ضروری ہے۔ صاحبزادہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ: میں نے کہا اگر ائیر پورٹ والے اعتراض نہ کریں تو عراق جا کر تو ہم معاملات کنٹرول کر لیں گے۔ بہر حال سب قافلے والے ائیر پورٹ پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کا پاسپورٹ دیکھ کر کہا کہ یہاں لسٹ میں ان کا نام موجود ہے لیکن ان کے پاسپورٹ پر تفصیل درج نہیں۔ لہٰذا یہ سفر نہیں کر سکتے، باقی افراد جاسکتے ہیں مگر ان کے لئے اجازت نہیں۔ اس دوران کراچی ائیر پورٹ میں ایک لیڈی آفیسر آئی ہوئی تھی۔ جس کی سخت مزاجی مشہور تھی اور وہ قانونی کام بھی بہت مشکل سے کرتی تھی اور یہ کام تو قانونی طور پر ہوتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ظاہری اسباب منقطع ہو چکے تھے۔ مگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ عقیدت اسی طرح برقرار تھا۔ حسن

اتفاق کہ ایئرپورٹ کے عملہ سے ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا میں اس مسئلہ کے حل کے لئے کوشش کرتا ہوں۔ میں عراق فیکس کرتا ہوں اور ساری صورت حال واضح کرتا ہوں اس کے بعد دیکھیں گے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ عراق سے جوابی فیکس میں یہ کہا گیا کہ اگر اس گروپ کے چار سے زیادہ افراد غیر ملکی شہری ہوں اور خود یہ بھی غیر ملکی شہریت رکھتے ہوں تو انہیں سفر کی اجازت ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے صاحبزادہ محمد حامد رضا رضوی صاحب ودیگر متعدد افراد برطانوی شہریت کے حامل تھے۔ لہٰذا سفر کی اجازت مل گئی۔ وہاں جا کر سب سے پہلے مفتی صاحب کا ویزا کلیئر ہوا اور اسی پاسپورٹ پر سب سے سٹمپ لگی جس پر تفصیل درج نہیں تھی یہ سب حضور مفتی اعظم کا جذبہ عقیدت، آپ کی کرامت اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا تصرف تھا کہ جو کام ممکن نظر نہیں آ رہا تھا، وہ کس طرح آسانی سے حل ہو گیا۔ وہاں جا کر بڑے سکون سے حاضری ہوئی۔ آپ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر دعا کی۔ پھر بغداد شریف قیام کے دوران آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی۔ دل صحیح طور پر پمپنگ نہیں کر رہا تھا۔ دماغ کو خون کی سپلائی منقطع ہو جاتی تھی جس کی بنا پر غنودگی سی طاری رہتی تھی۔ عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ تسبیح ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگے ہیں تو اسی میں لگے رہتے نماز پڑھنے لگے تو نماز میں ہی لگے رہتے کوئی بلاتا تو متوجہ ہوتے اس سے کچھ بات کر لیتے ورنہ اسی حالت میں رہتے جیسے گرد و پیش سے لاتعلق ہوں۔ وہاں ہاسپٹل میں داخل کروانے کی تجویز ہوئی۔ مگر بتایا گیا کہ یہاں داخلے کی صورت میں چھ ماہ سے پہلے چھٹی نہیں ملے گی۔ لہٰذا آپ کو برطانیہ لے جایا گیا۔ وہاں سلاؤ (slough) کے ہاسپٹل میں داخل کیا گیا۔ انجیو پلاسٹی (Angioplasty) ہوئی۔ وہاں آپ کی طبیعت نہ سنبھلی تو ڈاکٹروں کے مشورے پر ریڈنگ کے ہاسپٹل میں لے جایا گیا۔ وہاں وکٹوریہ وارڈ میں آپ کو داخل کیا گیا۔ تین دن آپ کے گردے واش ہوتے رہے۔ علاج سے افاقہ ہوا۔ گورا ڈاکٹر انگلش میں کہنے لگا "میرے علاج سے بہت جلد صحت یابی ہوئی ہے۔ آپ بھی وہاں رہتے ہوئے انگلش جاننے لگے تھے۔ آپ نے فرمایا: اسے کہہ دو کہ میں تمہاری دواؤں سے ٹھیک نہیں ہوا۔ اپنے بزرگوں کی دعاؤں سے ٹھیک ہوا ہوں۔ صحت یابی پر آپ عمرے پر روانہ ہوگئے۔

اس سال برطانیہ سے پاکستان تشریف لائے اور پھر یہاں سے حج پر روانہ ہوگئے۔ حج و زیارت کے بعد پھر دوبارہ پاکستان تشریف لائے۔ 18 اکتوبر کو اپنے آبائی گاؤں چک نمبر 12 /AH خانیوال میں اپنے والدین کریمین رحمہما اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مبارک کی عظیم الشان محفل میں شرکت فرمائی۔ آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان فیصل آباد اپنے شیخ کامل رحمہ اللہ تعالیٰ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے لئے تشریف لائے۔ بندہ کو بھی آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ صاحبزادہ محمد امجد رضا و صاحبزادہ محمد علی رضا و دیگر احباب بھی ہمراہ تھے۔ پیر طریقت جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان قاضی ابو الفیض محمد فضل رسول حیدر رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی زیارت و ملاقات کے لئے آپ کے خصوصی حجرہ میں پہنچے۔ بندہ بھی ساتھ تھا۔ قبلہ پیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کرسی پر تشریف فرما تھے۔ علالت طبع کی وجہ سے پیر صاحب کے لئے کھڑا ہونا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ ورنہ جب بھی علماء کرام آپ کے پاس حاضر ہوتے آپ بایں فضل و کمال کھڑے ہو کر ان کا استقبال

فرماتے۔اب بھی علماء کرام کے ساتھ اسی طرح محبت واحترام سے پیش آتے ہیں۔حضرت مفتی صاحب نے آگے بڑھ کر قبلہ پیر صاحب کی دست بوسی کی۔پھر آپ کے قدموں کو بوسہ دیا حالانکہ علالت طبع کی وجہ سے حضور مفتی صاحب کی لئے یہ مشکل عمل تھا۔مگر حضور مفتی صاحب نے اپنے مریدین وتلامذہ کی موجودگی میں اور قبلہ پیر صاحب کے بار بار منع فرمانے پر آپ کے قدموں کا بوسہ لے کر ہی دم لیا۔قبلہ پیر صاحب نے بڑی محبت اور بے تکلفی سے فرمایا: یار! اس طرح نہ کیا کرو۔پیر صاحب کے ساتھ آپ کی ملاقات کا منظر میں نے بار ہا دیکھا۔لیکن آج کچھ عجیب کیفیت تھی۔قبلہ پیر صاحب بھی مفتی صاحب کے ساتھ حد درجہ محبت کا اظہار فرما رہے تھے اور حضور مفتی صاحب بھی انتہائی عقیدت کا اظہار فرما رہے تھے۔برطانیہ کی صورت حال، وہاں کی دینی و تبلیغی مصروفیات اور اہل سنت وجماعت کی موجودہ نازک ترین صورت حال پر گفتگو ہوتی رہی۔پیر صاحب بھی حضور مفتی صاحب کو مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔حضور مفتی صاحب نے برطانیہ میں اپنی زیر سرپرستی چلنے والے ادارہ اور خانیوال کے ادارہ کی کارکردگی پیر صاحب کے سامنے بیان کی۔الوداع ہوتے وقت پیر صاحب کی خدمت میں اپنے صاحبزادے محمد علی رضا صاحب اور اپنے پوتے محمد ارجمند رضا بن صاحبزادہ محمد حامد رضا رضوی کو پیش کیا اور فرمانے لگے: "اب یہی بیٹے پوتے میری نجات کا ذریعہ بنیں گے" بخدا آپ کے یہ جملے سنتے ہی میرے ذہن میں آیا کہ شاید استاذ مکرم ہم سب سے الوداع ہو رہے ہیں۔اور حقیقت بھی یہی تھی۔اپنے شیخ کامل کے جانشین کے ساتھ حضور مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ الوداعی آخری ملاقات ہی تھی۔بندہ اپنے دونوں بیٹوں محمد حسنین رضا رضوی، محمد زین رضا رضوی کے ساتھ آپ کی گاڑی تک آپ کو الوداع کرنے آیا۔انتہائی شفقت ومحبت سے دونوں بیٹوں کے ہاتھوں کو چوما اور دعائیں دیں۔دل میں بار بار خیال آ رہا تھا کہ اب شاید دوبارہ استاذ مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔میں بار بار یہ خیال ذہن سے جھٹک رہا تھا۔مگر تقدیر الٰہی کو تو نہیں جھٹکا جا سکتا۔فیصل آباد سے آپ لاہور حضور داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔24 اکتوبر کو آپ نے برطانیہ واپس جانا تھا۔مگر قدرت کے فیصلے کچھ اور تھے۔آپ تو جہاں جا رہے تھے۔وہاں وہاں سے الوداع ہو رہے تھے۔16 اکتوبر کو آپ نے سلطان عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف پر جمعہ کا خطبہ دیا اور یہ خطبہ بھی الوداعی ثابت ہوا۔آپ اسلام آباد تشریف لے گئے مگر یہ سفر بھی الوداعی ثابت ہوا۔راستے میں ہی آپ کو عارضہ قلب کی تکلیف ہوئی۔خانیوال واپسی ہوئی، طبیعت زیادہ ناساز ہونے پر آپ کو کارڈیالوجی ہاسپٹل، ملتان میں داخل کروا دیا گیا۔آپ کی اہلیہ محترمہ وصاحبزادی صاحبہ کی 21 اکتوبر کو برطانیہ روانگی تھی۔اہلیہ محترمہ کو روک لیا اور صاحبزادی صاحبہ ائیر پورٹ پر پہنچیں مگر وہ بھی اپنے والد گرامی کی علالت کے پیش نظر واپس آ گئیں۔والد صاحب سے آ کر عرض کیا: میں آپ کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گی! فرمایا: بس دعا کرو عرض کیا: ابا جان! بغداد شریف میں تو اس سے بھی زیادہ تکلیف تھی اب تو اتنی زیادہ تکلیف نہیں آپ جلد صحت یاب ہوں گے۔لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ کے سارے صاحبزادگان اور برادران بھی پہنچ چکے تھے۔ ہاسپٹل میں آپ مفید پند و نصائح سے نوازتے رہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق آخری ایام میں فکر کرتے رہے۔ دورانِ علاج معذوری کے پیش نظر جب نماز ادا نہ فرما سکے۔ ان کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت فرمائی۔ علامہ غلام غوث بغدادی صاحب زید مجدہ نے بتایا کہ ایک رشتہ دار بلاوجہ آپ سے ناراض تھے۔ اپنی طرف سے کوئی زیادتی یا غلطی نہ ہونے کے باوجود انہیں بلا کر ان سے خود معافی مانگی اور ان کو راضی کیا۔ صاحبزادہ مبشر اقبال جمیل صاحب بیان کرتے ہیں۔ گردے واش ہونے کے بعد آپ نے دودھ سوڈا طلب فرمایا۔ میں نے پیش کیا تو فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ تمھیں حوض کوثر سے سیراب فرمائے:

مجھے مولانا بابر علی رضوی نے فون پر اطلاع دی کہ حضور مفتی اعظم خانیوال دامت برکاتہم العالیہ شدید علیل ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد صحت یابی کے لئے دعا کروائیں۔ بعد نماز جمعہ سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد میں آپ کی صحت یابی کی دعا کروائی۔ صاحبزادہ محمد امجد رضا صاحب سے، صاحبزادہ محمد حامد رضا صاحب سے، دیگر صاحبزادگان سے فون پر رابطہ ہوتا۔ اطمینان دلاتے کہ اباجی قبلہ کی صحت اب بہتر ہے۔ افاقہ ہو رہا ہے۔ دل کو سمجھاتے مگر دل مطمئن نہ ہو پاتا۔ آخر سب تدبیریں ٹوٹ گئیں۔ دوائیں کام نہ آئیں۔ تقدیر کا فیصلہ سب پر حاوی ہو گیا۔ قریباً نصف صدی تک علوم دینیہ کی اشاعت میں تن من دھن صرف کرنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی محبت کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانے والے، فیضان رضا اور فیضان محدث اعظم پاکستان کے اجالے سے ایک جہان کو روشن و منور کرنے والے اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ 15 محرم الحرام 1437ھ / 29 اکتوبر 2015ء بروز جمعرات کارڈیالوجی ہاسپٹل ملتان میں دس بج کر پانچ منٹ پر آپ کا انتقال ہوا۔ دس بج کر چوبیس منٹ پر ڈاکٹروں نے آپ کے انتقال کی تصدیق کر دی۔ یوں اک گلستان آباد کر کے آپ خود سوئے خلد روانہ ہو گئے۔ علم کا ایک باب تھا جو بند ہو گیا۔ عشق کی ایک شمع تھی جو نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

مجھے جوں ہی آپ کے وصال کی اطلاع ملی۔ میں نے جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان قاضی ابو الفیض محمد فضل رسول حیدر رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے حضرت مفتی اعظم خانیوال رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار فرمایا۔ علالت طبع کی بنا پر آپ خود تشریف نہیں لے جا سکتے تھے۔ آپ نے اپنے خلف اکبر صاحبزادہ والا شان قاضی محمد فیض رسول رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان کو مزار شریف کی چادر اور پھولوں کا تبرک عطا فرما کر نماز جنازہ میں شرکت کے لئے روانہ کیا۔ بندہ بھی صاحبزادہ والا شان کے ہمراہ آپ کے جنازہ میں حاضری کے لئے پہنچا۔ آپ کے جسد خاکی کو خانیوال لایا گیا۔ مولانا سید نصیر جلیل ہاشمی، سید نور محمد حسان رضوی، علامہ صفدر شاکر اور آپ کے برادران و صاحبزادگان نے آپ کو غسل دیا۔ آپ کے بھانجے حافظ سلیم صاحب نے کفن تیار کیا۔ جمعرات شام دس بجے چک نمبر 12 /AH مخدوم پور پہوڑاں روڈ خانیوال اسکول کے وسیع گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے خلف اکبر علامہ صاحبزادہ محمد مبشر اقبال جمیل صاحب نے پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ کا اجتماع خانیوال کا تاریخی اجتماع تھا۔ مریدین، تلامذہ، علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت کے جم غفیر کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر حضور اعلیٰ حضرت

امام الشاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کا یہ شعر جاری ہو رہا تھا۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر گیا

آخر میں آپ کے اخلاف کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ الحمدللہ! آپ کا سارا خاندان ہی دینی خدمات سے وابستہ ہے۔ آپ کے تین بھائی ہیں۔ آپ سے چھوٹے بھائی حضرت علامہ مولانا حافظ مشتاق احمد سیالوی صاحب ہیں انہوں نے آپ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ، فیصل آباد سے پڑھا۔ نیوپورٹ یوکے میں عرصہ دراز سے امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان سے چھوٹے حضرت علامہ مولانا محمد اطہر طاہر سیالوی مدنی صاحب ہیں انہوں نے بھی آپ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ آج کل یوکے میں دینی خدمات میں معروف عمل ہیں۔ سب سے چھوٹے بھائی حضرت علامہ مولانا حافظ غلام مرتضیٰ محمد طیب چشتی صاحب ہیں۔ حضور مفتی اعظم خانیوال سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور تنظیم المدارس کے تحت الشہادۃ العالیہ کے امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ آپ چک نمبر 12/AH میں اے ٹی ای ایس ٹی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اور ڈی سی او آفس محکمہ انہار خانیوال میں خطیب ہیں۔

آپ کے سات صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ایک صاحبزادی کے علاوہ باقی سب شادی شدہ ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد مبشر اقبال جمیل صاحب نے حفظ قرآن اور درس نظامی کی تکمیل مدرسہ غوثیہ جامع العلوم، خانیوال سے کی۔ جامعہ انوار العلوم، ملتان میں شیخ الحدیث علامہ مشتاق صاحب رحمہ اللہ سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ بغداد شریف میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس وقت ویسٹ ڈریٹن یو کے (west Drrayton.U.K) میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ دوسرے صاحبزادے مولانا محمد امجد رضا رضوی صاحب نے اسکول اور درس نظامی کی تعلیم خانیوال سے ہی حاصل کی۔ زائرین حج وعمرہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمیں بھی آپ کے کاروان کے ساتھ حاضری روضہ رسول ﷺ اور عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ تیسرے صاحبزادے مولانا محمد حامد رضا رضوی ہیں۔ آپ نے جامعہ حبیبیہ رضویہ فضل العلوم جہانیاں منڈی میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ صاحبزادہ محمد مبشر اقبال جمیل، صاحبزادہ محمد حامد رضا، صاحبزادہ محمد ولی رضا تینوں صاحبزادگان کی تعلیمی خدمات سرانجام دینے کا مجھے شرف حاصل رہا۔ میں نے کبھی بھی خود کو ان کا استاذ تصور نہیں کیا۔ لیکن حضور مفتی اعظم خانیوال کی حسن تربیت ہے کہ یہ شہزادگان اور تمام صاحبزادگان اس فقیر کے استاذ زادے ہونے کے باوجود حد سے بڑھ کر

شفقت و محبت فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ محمد حامد رضا بھی سلاؤ (Slough) میں دینی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے محمد ارجمند رضا صاحب کو مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے انتقال سے چند روز پہلے فیصل آباد کے ایک ادارے میں حفظ قرآن مجید کے لئے داخل کروا چکے ہیں۔ چوتھے صاحبزادے مولانا محمد ولی رضا صاحب نے بھی مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ بھی صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادگان ہیں۔ اس وقت جامع مسجد غوثیہ ووسٹر میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ پانچویں صاحبزادہ محمد شاہد رضا صاحب ہیں۔ آپ بھی صاحب اولاد ہیں اور آپ کے ایک صاحبزادے ہیں۔ آپ ہیتھروائیرپورٹ (Heathrowairport) میں جاب کر رہے ہیں۔

چھٹے صاحبزادے مولانا علی رضا صاحب ووسٹر میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے محمد غضنفر رضا صاحب بھی شادی شدہ ہیں اور سلاؤ (Slough) میں زیر تعلیم ہیں۔ جب برادرم مولانا محمد محب النبی رضوی صاحب نے مجھے کہا کہ فکر سواد اعظم کا یہ شمارہ استاذ مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے خصوصی شمارہ ہونا چاہیے تو ذہن خالی سا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا لکھوں۔ لیکن جب آپ کی یادوں کو قرطاس پر منتقل کرنا شروع کیا تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے کن کن باتوں کو نہ لکھوں۔ یہ تحریر لکھتے ہوئے نہ جانے کتنی بار آنکھیں بھیگیں۔ حلق بھاری سا ہو گیا۔ اور دل میں کہیں دور گہرائی میں یہ بچگانہ سی خواہش مچلنے لگی۔ کاش وقت کی لگام میرے ہاتھ میں ہو۔ وقت کے گھوڑے کا رخ میں ماضی کی جانب پھیر دوں۔ سالوں کا فاصلہ طے کرتے ہوئے پھر جامع مسجد انوار مدینہ چک نمبر 110 / 10۔ آر کے صدر دروازے پر کھڑا ہو جاؤں۔ گرمی چہرے کو جھلسا رہی ہو۔ سورج آگ برسا رہا ہو اور میں گاؤں کی شمالی جانب بہنے والے نالے کی طرف سے اپنے محبوب کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ بنا کر کھڑا ہوا ہوں۔ کاش وہ وقت پھر لوٹ آئے......

ان شاء اللہ العزیز اگلے شمارے میں پھر آپ سے باتیں ہوں گی۔ محبتوں، جذبوں، الفتوں، شکائتوں کے اسی چوراہے پر آہ و فغاں کے اسی شور میں۔

فقط والسلام مع الاکرام

آپ کی آراء، مشوروں، کرم فرمائیوں کا منتظر

ابو الحسنین رضوی

18 صفر المظفر 1437ھ / یکم دسمبر 2015

بروز منگل ایک بج کر چار منٹ

0300-6885306